نقد و تحقیق

مولانا عزیز زبیدی متعنا اللہ بطول حیاتہ

خیر البشر ﷺ

میلاد خوانی واعظ حضرات عام طور پر آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں تھا، اور اپنی تائید میں چند روایتیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ حکیم ترمذی کی کتاب نوادر الاصول میں ذکوان رحمہ اللہ سے مروی ہے:

"انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لم یکن یرٰی لہٗ ظلّ فی شمس ولا قمر"۔

۲۔ ابن سبع کہتے ہیں:

"من خصائصہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان ظلّہ کان لا یقع علی الارض"۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۶۸ للسیوطی)

۳۔ "روی ابن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس انّہ لم یکن للنبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ظلّ"۔

(زرقانی شرح مواہب ص ۲۲ ج ۴)

یہ حضرات بعض مصنفین کے اقوال بھی استدلال کے طور پر لایا کرتے ہیں، مگر سب کا مرجع یہی روایات ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) کیا یہ بات صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا؟

(ب) ان سب روایات کی حیثیت کیا ہے؟

الجواب

۱۔ سرورِ دو عالم حضرت محمد الرسول ﷺ (فداہ ابی وامّی) کی فضیلت و عظمت کے لئے قرآنِ عزیز اور احادیثِ صحیح و صریحہ کے نصوص بہت کافی و وافی ہیں۔ علمائے حدیث و سیرت نے اس پر بہت سے دفتر لکھ دیئے ہیں۔ ان کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کی فضیلت ایسی بات کی محتاج نہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ تھا یا نہیں؟۔۔۔ معلوم نہیں ایسے حضرات کو اس بلا منفعت مسئلے میں کیا لطف آتا ہے؟

۲۔ جب ادلہ شرعیہ قطعیہ اور عقلِ صحیح سے ثابت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ بشر تھے، انسان تھے، حضرت آدمؑ کی اولاد، جناب عبداللہ اور محترمہ آمنہ کے بیٹے تھے، تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ دوسرے عام انسانی وصف سے بھی آپ ﷺ موصوف تھے۔ ہاں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کے بارے میں ادلّہ عامہ کی تخصیص اور اقتضائے عقلی کے استثناء پر کوئی دلیل شرعی و صحیح، صریح ثابت ہوتی تو کسی مسلمان کو اس کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اب تک ایسی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔ بلکہ ادلّہ عامہ کے علاوہ بعض احادیث سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آنحضرت ﷺ ایک دفعہ اس بات پر ناراض ہوگئے کہ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہودیہ کہہ دیا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے ان سے تعلقِ خاطر منقطع فرمالیا، جو دو ماہ تک جاری رہا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بہت ہی مایوس ہوگئی تھی مگر اچانک ایک دن عین دوپہر کے وقت آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپؐ کا مجھے سایہ (ہی پہلے) دکھائی دیا۔ اس حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"عن عائشۃ رضی اللّٰہ عنہا انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کان فی سفر لہ فاعتلّ بعیرا لصفیۃ وفی ابل زینب فضل فقال لھا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ان بعیرا لصفیۃ اعتلّ فلو اعطیتھا بعیرا من ابلک فقالت انا اعطی تلک الیھودیۃ قال فترکھا رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ذالحجۃ والمحرّم شھرین اوثلاثۃ لا یاتیھا قالت حتّٰی یئست

منه وحوت سریرتی قالت فبینما انا یوما بنصف النّہار اذا انا بظلّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مقبل۔

(مسند امام احمد ص ۱۳۲ ج ۶ روایت قدرے اختلافِ الفاظ کے ساتھ بحوالہ طبرانی اوسط مجمع الزوائد ص ۳۲۳ ج ۴ میں بھی ہے)

اسی طرح ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جامع ابنِ وہب کے حوالہ سے حافظ ابنِ قیم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **"ظلّی وظلّکم"** (میرا سایہ اور تمہارا سایہ) ارشاد فرمایا ہے۔ پوری حدیث یہ ہے:

"عن انس بن مالک قال صلّی بنا رسولُ اللّٰہ ذات یوم صلٰوۃ الصّبح ثمّ مدّیدہ ثم اخّرھا فلمّا سلّم قیل لہٗ یارسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لقد صنعت فی صلٰوتک شیئا لم تصنعه فی غیرھا قال انّی رایت الجنّۃ فرایت فیھا دالیۃ قطوفھا دانیۃ حبھا کحب الدباء فاردت ان اتناول منھا فاوحی الیّ ان استاخری فاستاخرت ثم رایت النّار فیما بینی وبینکم حتّی رایت ظلّی وظلّکم فاومأت الیکم ان استاخروا فاوحی الیّ اقرھم فانّک اسلمت واسلموا وھاجرت وھاجروا وجاھدت وجاھدوا فلم ار علیکم فضلاً الّا بالنّبوّۃ۔"

(حادی الارواح الی بلاد الافراح ص ۲۴ طبع مصر)

ان دونوں حدیثوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک تھا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنے ایک رسالے میں اپنی مفیدِ مطلب چند روایتیں (جن کی حقیقت ابھی بیان ہوگی۔ انشاء اللہ) نقل کر کے لکھتے ہیں:

"جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں، مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو تو وہ بھی دکھائے"۔

(انارۃ الفئی ص ۶ مصنفہ خان صاحب بریلوی)

الحمد للہ! کہ اس موضوع پر صاف معنی والی دو حدیثیں ہم نے پیش کردی ہیں۔ خان صاحب موصوف کے مقلّدین کو چاہیئے کہ اب خاموش ہو جائیں۔ رہا معاملہ مسئولہ روایتوں کا تو افسوس ہے کہ ان میں سے کوئی بھی کام کی نہیں، سب ناقابلِ اعتبار ہیں۔

اولاً:

نوادر الاصول کوئی مستند کتاب نہیں، اس کے مصنف محمد بن علی الحکیم الترمذی نے خود تصریح کی ہے کہ میں نے اپنی کتابیں بطورِ تفریحِ طبع تصنیف کی ہیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنی مصنفات سے استدلال سے روک دیا ہے۔ چنانچہ استاذ قشیری ان سے نقل کرتے ہیں:

"ما صنّفت حرفا عن تدبیر ولا ینسب الیّ شئی منه ولکن کان انا اشتد علیّ وقتی اتسلّی به"۔

(رسالہ قشریہ ص ۲۴)

حکیم ترمذی کا یہ مقولہ بہت سے مصنفین نے ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی رائے یہ ہے:

"نوادر الاصول اکثر احادیث غیر معتبر وارد"۔

"نوادرالاصول میں بہت سی غیر معتبر حدیثیں ہیں"۔

پھر حکیم صاحب کا تذکرہ لکھ کر فرماتے ہیں:

"باید دانست کہ در تصانیفِ ایشا احادیثِ غیر معتبرہ و موضوعات بسیار مندرج است وسبب ایں حادثہ را خود ایشاں بیان کردہ اند کہ من ہیچ گاہ تفکر وتدبر وتامل پیش از کار تصنیف نہ کردہ ام ونہ غرضِ من آں است کہ کسے ایں مؤلفات را بمن نسبت کند بلکہ چوں مرا قبض وقت مے شد تسلی وآرام بہ تصنیف مے جستم وہرچہ بخاطر مے رسد مے نوشتم"۔ (بستان المحدثین ص ۶۳ طبع لاہور)

سوچنے کی بات ہے کہ ایسے غیر محتاط شخص کی غیر محتاط تصنیف سے کوئی بات کیسے اخذ کی جاسکتی ہے، خصوصاً جب کہ اس نے خود بھی روک دیا ہو؟

ثانیاً:

یہ روایت مرسل ہے، کیوں کہ ذکوان تابعی ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب کہ اس کے مقابلہ پر متصل و ثابت حدیثیں موجود ہوں۔

ثالثاً:

مرسل ہونے کے علاوہ بھی اس کی سند سخت مخدوش ہے۔ علامہ سیوطی مناہل الصّفافی تخریج احادیث الشّفاء (ص ۷) میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں عبدالرّحمٰن بن قیس راوی ہے جوکہ کذّاب ہے :

"وھو وضّاع کذّاب"

(وہ جھوٹی روایتیں گھڑنے والا بہت جھوٹا شخص تھا)۔

دوسرا راوی عبدالملک بن عبداللہ بن ولید ہے۔ وھو مجھول (اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہ کون ہے؟) ملّا علی قاری حنفیؒ نے بھی شرح شفاء (ص ۵۳ جلد اول) میں اس روایت کو مخدوش قرار دیا ہے۔

رابعاً:

ابنِ سبع کے متعلق پہلے تو یہی معلوم نہیں کہ یہ کون صاحب ہیں اور کیسے ہیں؟ کشف الظنون میں ان کی ایک کتاب "شفاء الصّدور" کا ذکر کیا ہے اور ابنِ سبع الامام الخطیب سلیمان السبتی لکھا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہاں شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان صاحب نے فضائل النبی ﷺ اور کرامات اولیاء کے سلسلہ میں دو کتابیں لکھی تھیں، لیکن ساتھ ہی فرمایا ہے کہ یہ حضرت ان مصنّفین میں سے ہیں جن کی تصانیف میں بہت سے جھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ ایسے حضرات کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ حدیث صحیح و ضعیف کیا ہوتی ہے"۔ چنانچہ مصنف فردوس دیلمی اور ابنِ سبع وغیرہ کا ذکر لکھتے ہیں :

"امثال ھؤلاء ممّن فی کتابه من الکذب مالا یحصه الّا اللّٰه فھم لا یعرفون الصّحیح من السّقیم"۔

(کتاب الرد علی البکری ص ۲-۲۱)

علاوہ ازیں ابنِ سبع نے کوئی روایت ذکر بھی نہیں کی تاکہ اس کا حال معلوم ہو سکتا۔ ظنِ غالب یہ ہے کہ اس کی بنیاد حکیم ترمذی کی روایت ہے، کیونکہ ابنِ سبع حکیم صاحب سے متاخر معلوم ہوتے ہیں۔

خامساً:

ابنِ مبارک اور ابن الجوزی کی روایت بھی لاپتہ ہے۔ نہ اس کی کوئی سند نہ باقاعدہ کوئی

حوالہ ۔۔ ظاہر ہے ایسی روایت، جس کا سر ہو نہ پیر، کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے ؟

باقی اس سلسلے میں جو اقوال الرجال نقل کئے جاتے ہیں، ان کا منبع یہی روایات ہیں۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ مبنیٰ علیہ ہی کسی اعتماد و استناد کے قابل نہیں تو ان اقوال کی گو وہ کتنے ہی بڑے لوگوں کے کیوں نہ ہوں، کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ خصوصاً اس صورت میں کہ اثباتِ ظل میں احادیثِ صریحہ وارد ہیں۔ وصلّی اللّٰہ نبیّنا محمّد وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم!

"گرگوں نے کہا: انبیاء بشر ہیں ۔۔ !"

۔۔۔ بریلویوں کی کج فہمی ۔۔۔

ماہنامہ "ماہِ طیبہ" نے اپنی ایک اشاعت میں مندرجہ عنوان کے تحت کفار کے ان اقوال کو پیش کیا ہے، جن میں انہوں نے انبیاءؑ کی بشریت کو ان کی رسالت کے منافی سمجھتے ہوئے انبیائے کرام علیہم السلام کو:

"هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔

جیسے طعنے دیئے تھے۔

گرگوں سے ان کی مراد اہلِ توحید ہیں ۔ گرگ بھیڑیئے کو کہتے ہیں، گویا کہ ان کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کو بشر کہنے والے بھیڑیئے ہیں۔

لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ان غیر محتاط الفاظ کی زد کہاں کہاں جا کر پڑتی ہے؟ انا للّٰہ!

بشر ۔۔ آدمی ۔۔ اور انسان سبھی مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں ۔۔ "رجل" ان کی ایک صفت "مذکر" کا نام ہے۔

رجل : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "ہم نے پہلے جتنے انبیاءؑ بھیجے ہیں، سب مرد (رجل) ہی بھیجے ہیں ۔۔ ان کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔"

"وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ"۔

(سورہ انبیاء پ۱۸)

مرد (رجل) بشر کی صفتِ مذکر کا نام ہے۔

اعلانِ انبیاء علیہم السلام : تمام انبیاء کرامؑ نے ڈنکے کی چوٹ اس کا اعلان کیا:

"قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ"۔

(سورہ ابراہیم پ ۱۳)

"ان رسولوں نے اعلان کیا کہ ہم تو تمہاری طرح کے بشر ہیں"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاء:

قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی یہ دعاء موجود ہے:

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ"۔

(البقرۃ پ ۱ ع ۱۶)

"اے رب ہمارے! ان میں انہی میں سے ایک رسولؐ مبعوث فرما!"

"منھم" یعنی" انہی سے" کا لفظ قابلِ غور ہے۔ یعنی مکے کے باشندوں میں سے' آلِ ابراہیمؑ کے خاندان سے! اب آپ سوچ سکتے ہیں' مکے میں خاکی انسان اور بشر بستے تھے یا فرشتے؟ اگر انسان اور بشر تھے تو جو ان میں سے منتخب ہو گا' وہ بھی بشر اور انسان ہو گا یا کوئی اور؟ اگر وہ کچھ اور ہوں گے تو "منھم" کی رو سے ان میں سے نہ ہوا۔

اس کے علاوہ مکہ کے جتنے باشندے تھے' ان میں اکثریت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی تھی --- اگر باپ نور تھا تو یہ اولاد کیا ہوئی؟

دعا کے مطابق نبی ﷺ تشریف لائے:

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اور ذبیح اللہ علیہ السلام کی دعا اسی طرح پوری ہوئی' جس طرح کہ انہوں نے خواہش کی تھی۔ یعنی آپ ﷺ انہی میں سے مبعوث ہوئے۔ چنانچہ فرمایا کہ:

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ"۔

(سورہ توبۃ پ ۱۱)

"بے شک تمہارے پاس تم میں سے رسول آ گیا"۔

تفسیر خازن میں ہے:

"من جنسکم بشر مثلکم"

"تمہاری جنس سے تمہارے جیسا بشر آ گیا"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"بتحقیق آمد بشمارا پیغمبرے از ذاتہائے شمارا از جنسِ شمارا۔"

(مدارج النبوت)

"یعنی تمہارے پاس تمہاری ذات اور جنس سے پیغمبر ﷺ تشریف لائے!"

نبی عربی ﷺ کا اعلان:

قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔"

"فرمادیجئے میں تمہارے جیسا بشر ہوں"۔

بشریتِ رسول ﷺ پر تعجب:

انبیاءؑ کی بشریت کفار کے لئے بالکل ناقابلِ فہم شئے تھی' اس لئے جب کسی بشر کی رسالت کی خبر سنتے تو ان کو حددرجہ تعجب ہوتا تھا:

"اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ۔"

(سورہ یونس پ ۱۱)

"کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی؟"

"اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ۔"

(سورہ اعراف پ ۸ رکوع ۱۷)

"کیا تمہیں اس بات پر حیرانی ہے کہ ذکر (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک مرد پر نازل ہوا؟"

تعجب کی وجہ:

انبیاءؑ کی بشریت کے تصور سے ان کے بدکنے کی وجہ یہ تھی کہ انسان اور بشران فطری کمزوریوں سے داغدار ہوتا ہے جو ایک حادث شئے کا خاصہ ہوسکتی ہے' مثلاً کھانا' پینا' زن و شو' چلنا پھرنا وغیرہ گویا کہ جن کا اللہ سے خصوصی تعلق ہو' ان کو ان سے منزہ ہونا چاہئے:

" وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ۔"

(پ ۱۸ ع ۱۲)

"وہ (کفار) کہتے ہیں' اس رسول کو کیا ہوگیا کہ وہ کھاتا پیتا ہے اور بازاروں

میں چلتا پھرتا ہے؟"

"مَاهٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ"۔

"یہ تو تمہارے جیسا بشر ہے۔ وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو۔ اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی پیروی کی تو تم تو مارے جاؤ گے"۔

اللہ کا جواب:

حق تعالیٰ نے فرمایا' اگر یہ بات ہے تو یہ چیز سب رسولوں میں تھی:

"وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ"۔

(فرقان پ ۱۸ ع ۱۷)

"آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے' وہ کھایا بھی کرتے تھے اور بازاروں میں چلا پھرا بھی کرتے تھے (یعنی یہ چیز مانع رسالت نہیں ہے)"

ان کا خیال تھا کہ اس کے لئے کوئی نورانی مخلوق ہی موزوں ہے' جو بشری عیوب اور کمزوریوں سے منزہ ہو:

"لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ"۔

(فرقان پ ۱۸ ع ۱۶)

"اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا؟"

اللہ نے جواب دیا کہ اگر زمین پر فرشتے بستے تو ہم بھی یقیناً فرشتہ ہی رسول بنا کر بھیجتے:

"قُلْ لَّوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا"

(بنی اسرائیل پ ۱۶ ع ۱۱)

"فرما دیجئے! اگر زمین پر فرشتے بستے اور مطمئن ہو کر چلتے پھرتے تو ہم آسمان سے فرشتہ کو ہی رسول بنا کر بھیجتے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسالت کے سلسلہ میں اپنا ایک ضابطہ اور سنت اللہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی جن کے لئے رسول ہو گا' وہ انہی کی جنس سے ہو گا۔ کیونکہ ؎

"کند ہم جنس باہم جنس پرواز"

امام خازن حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والمعنٰی انّ عادۃ اللّٰہ جاریۃ من اوّل ابداء الخلق انّہ لم یبعث الاّ رسولاً من البشر فھٰذہ عادۃ مستمرۃ وسنۃ جاریۃ قدیمۃ"۔

(خازن)

"اس کے معنی ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے یہ سنت اللہ ہے کہ بشر کے بغیر کبھی رسول نہیں بھیجا گیا۔ یہ اللہ کی دائمی عادت ہے اور دیرینہ سنّتِ جاریہ ہے"۔

(تفسیر خازن حنفی)

دراصل غیر شعوری طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کے سلسلہ میں، جاہلیت کے ہر دور میں یہ مغالطہ اور نفسیات کام کرتی رہی ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی مبارک ہستیاں خدا کی صرف سفیر نہیں ہوتیں، خدائی خصائص اور صفاتِ ذاتیہ کا مظہر بھی ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں خالص بشریت کا تصور انتہائی ناقابلِ برداشت بلکہ گستاخانہ ہے۔ اس لئے پہلے بھی اور اب بھی حلول زدہ ذہنوں کے لئے رسولوں کی بشریت بالکل ناقابلِ فہم شے ہے، اور رہے گی۔ بریلویت اس کی صدائے بازگشت ہے !

احادیث میں بشریت کا ذکر:

کھجوروں کو پیوند لگانے والی روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"انّما انا بشر مثلکم"۔

(مسلم، رافع بن خدیجؓ)

"میں تو ایک بشر ہوں"۔

اپنی ایک تقریر میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"امّا بعد یاایّھا النّاس انّما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربّی"۔

(مسلم، زید بن ارقمؓ)

"حمد و ثناء کے بعد سنئے لوگو! میں ایک بشر اور انسان ہوں، ممکن ہے میرے پاس میرے رب کا ایلچی (عزرائیل) آجائے۔ (الحدیث)!"

ایک مقدمہ کے ذکر میں فرمایا:

"انّما انا بشر وانّکم تختصمون الیّ"۔

(صحاح ام سلمہؓ)

"تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور میں ایک انسان ہوں۔ (الخ)!"

ایک اور جگہ فرمایا:

"انّما انا بشر انسٰی کما تنسون۔"

(بخاری و مسلم)

"میں ایک انسان ہوں، تمہاری طرح میں بھی بھول جاتا ہوں"

ایک اور مقام پر فرمایا:

"انّما انا بشر وانّی کنت جنّباً۔"

(ابو داؤد)

"میں تو ایک بشر ہوں اور میں جنبی تھا۔ ظاہر ہے، جنبی بشر ہی ہوتا ہے فرشتہ نہیں ہوتا!"

"انّما انا بشر فما حدّثتکم عن اللّٰہ تعالٰی۔ الخ۔"

ایک اور حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

"انّما محمّد بشر یغضب کما یغضب البشر۔"

(مسلم)

"محمد (ﷺ) تو ایک بشر ہیں۔ اور جیسے بشر غصے ہوتا ہے، ویسے آپ ﷺ بھی ہوتے ہیں!"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

"وکان بشر من البشر۔"

(شمائل ترمذی)

"آپ انسانوں میں ایک انسان تھے۔"

بزرگوں کے اقوال:

اب آپ بزرگوں کے اقوال سنئے، اس کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ یہ حضرات بھی خاکم بدہن گرگ ہی تھے؟

عقائد کی کتابیں:

عقیدہ کی کتابوں میں احناف نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے ہیں۔ امام ابنِ ہمام حنفی مسامرہ میں لکھتے ہیں:

"اَنَّ لِنَبِیّ انسان"۔

(ص ۱۹۸)

"نبی یقیناً انسان ہے"۔

"فالنّبیّ ھٰذا انسان"۔

(مسائرہ شرح مسامرہ ص ۱۹۷)

"سو نبی ایک انسان ہے"۔

"قد ارسل اللّٰہ رسلاً مّن البشر الی البشر"۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے انسانوں کی طرف رسول بھیجے"۔

کتاب التّعریفات:

میر سید علی بن محمد جرجانی ص ۷۵ باب الرّاء:

"الرّسول انسان بعثہ اللّٰہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام"۔

(شرح عقائد ص ۲۹)

"رسول انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ تبلیغِ احکام کے لئے مخلوق کی طرف مبعوث فرماتا ہے"۔

اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ:

"وتقییدہ بالانسان انّ الرّسول لایکون الّا بشر"۔

(حاشیہ شرح عقائد ص ۲۱)

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

"اے برادر! محمد رسول اللہ ﷺ باآں علوِ شان بشر بود"۔

(مکتوب نمبر ۱۷۳)

یعنی اُے بھائی! اس رفعتِ شان کے باوجود محمد رسول اللہ ﷺ بشر تھے"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

"بہ برہان و عقل و تجربہ معلوم شد کہ ایں بہ پیغمبراں مخصوص نیست چہ پیغمبر ہم آدمی است (قل انّما بشر مّثلکم) دلیل اوست"۔

(کیمیائے سعادت)

یعنی "عقل و تجربہ اور برہان سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ انبیاءؑ کے لئے (خاص نہیں ہے) کیونکہ پیغمبر بھی ایک آدمی ہے۔ "قل انّما انا بشر مّثلکم" اس کی دلیل ہے!"

علامہ عبدالحی حنفیؒ:

" بشریت حضورﷺ از قولِ سیدِ ولدِ آدم ثابت و دلیل آں قولہ تعالیٰ: "قل انّما انا بشر مّثلکم"۔

(فتاویٰ جلد دوم)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے شفاء میں ایک عنوان پیغمبر علیہ السلام کی بشریت کے اثبات کے لئے قائم کیا ہے۔ دلائلِ قرآنیہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

"فمحمّد وسائر الانبیاء من البشر ارسلوا الی البشر"۔

(القسم الثّالث)

"سو محمد ﷺ اور باقی تمام انبیاءؑ بشر ہیں اور بشر کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں"۔

ایضاً۔ ملاحظہ ہو، تکمیل الایمان شیخ عبدالحق ص ۳۷ و طریقہ محمّدیہ ص ۱۱۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب

کسی شاعر کا شعر حضرت عمرؓ حضور ﷺ کے لئے پڑھا کرتے تھے کہ اس کے مصداق حضور ﷺ ہی ہیں۔ شعر یہ ہے ؎

لو کنت من شئی سوی بشر
کنت المنور لیلۃ البدر

یعنی "اگر آپ ﷺ بشر کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتے تو چودہویں کے چاند ہوتے"۔

(مواہب لدنیہ ج ۱ ص ۲۵۱)

صاحبِ قصیدہ بردہ:

امام شرف الدین بوصیری متوفی ۶۹۴ھ قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں ؎

فمبلغ العلم فیہ انّہ بشر
وانّہ خیر خلق اللّٰہ کلّھم

یعنی "حضور ﷺ کے بارے میں ہمارے علم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور ساری مخلوق سے بہتر ہیں"۔

مولانا روم:

مولانا روم فرماتے ہیں:

؎ زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
تا بہ جنسیت رہند از ناوداں

یعنی "انبیاء جنسِ بشر سے ہوتے ہیں"۔

ابن العراقی:

امام شیخ ولی الدین ابن العراقی سے کسی نے پوچھا:
"کیا حضور ﷺ کی بشرت پر ایمان رکھنا ایمان کے لئے شرط ہے"؟۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ضروری ہے!

"فلا شک فی کفرہ لتکذیبہ القرآن وجحد ماتلقّتہ قرون الاسلام خلفا عن سلف"۔ (شرحِ قصیدہ بردہ عقیدہ ص ۹۸ و مواہب لدنیہ مقصد سادس نوع ثالث ص ۵۳ ج ۲)

شیخ اکبر:

فتوحات مکیہ والے صوفی ابنِ عربی فرماتے ہیں:

"وقال فی کلّ وقت وھو مرتبۃ الرّسالۃ والخلافۃ انّما انا بشر مّثلکم"۔
(فتوحاتِ مکیۃ ص ۲۲ ج ۳ باب نمبر ۳۰۵ یواقیت مبحث ۳۲)

"رسالت و خلافت کے مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ ﷺ نفسِ بشریت میں دوسروں کے ساتھ شریک ہیں"۔

امام بزازی حنفی متوفی ۸۲۷ھ:

"لانّ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بشر"

(فتاوی بزازیہ ص ۲۲۱۶)

"کیونکہ حضور ﷺ بشر ہیں — الخ!"

کتاب فصولِ عمادیہ:

"ومن قال لاادری انّ النبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اھم کان انسیا او جنّیا یکفر"

"جس نے کہا، نہ جانے حضور ﷺ انسان تھے یا جن؟ وہ کافر ہو گیا"۔

علامہ شامی حنفیؒ:

"وحاصلہٗ انّہ قسّم البشر الیٰ ثلثۃ اقسام خواص الانبیاء۔ الخ!"

"اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے بشر کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم خاص انبیاء علیہم السلام کی ہے"۔

(حاشیہ درِ مختار ص ۱؍۴۹۲)

امام زرقانیؒ

مواہب لدنیہ ص ۳؍۱۲۴ میں حضور ﷺ کے اسمائے گرامی میں ایک نام "بشر" بھی لکھا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مدارج النبوت باب ہفتم میں، اور سیرۃ شامی متوفی ۹۳۲ھ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

امام العارفین شاذلی:

مواہبِ لدنیہ میں زرقانی نے سید محمد وفا شاذلی مالکی امام العارفین کے قصیدہ سے یہ شعر نقل کیا ہے

سبحان من انشاہ من سبحانہ
بشرا باسرار الغیوب یبشر

"وہ اللہ پاک ہے جس نے پاک بشر پیدا کیا، جو پوشیدہ اسرار کے ذریعے خوشخبری دیتے ہیں"۔

(جاری ہے)